ترتیب: حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ
نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اپنے معالجین کی نظر میں

حضرت شیخ الحدیث کے تمام معالجین بیک زبان اس بات پر متفق ہیں کہ مولانا عبدالحقؒ عالم باعمل، بہترین معلم، صابر و شاکر، متحمل مزاج، نہایت بردبار، راضی بہ رضا، محبت کرنے والے، مخلص دعاگو سراپا عجز و انکسار، محبت کرنے والے، تحفے عنایت فرمانے والے، بہترین حسن اخلاق کے مالک، خندہ جبین، معاملہ فہم، زیرک اور ہمہ جہت بلند اخلاقی اقدار سے متصف تھے

حضرت شیخ الحدیثؒ بھی ایک انسان تھے اور انسانی تقاضوں سے معمور بھی، بیمار ہوتے تو روحانی معالجہ کے ساتھ ساتھ مادی علاج کی سنت پر بھی عمل پیرا رہتے تھے۔ پھر حضرت پر بعض بڑے امراض کا حملہ بھی ہوا، جان لیوا بیماریاں بھی آئیں آنکھوں کی بینائی کا مسئلہ بھی پیش آیا۔ بارہا ہسپتالوں میں داخلے اور معالجے کے مراحل بھی آتے سرحد کے سپیشلسٹ اور ماہرین ڈاکٹروں سے علاج، معائنہ اور مشاورتیں بھی ہوتی رہیں۔ مخدوم زادہ حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ نے گذشتہ ہفتے حضرتؒ کی سیرت و سوانح کے اس اہم باب کی تکمیل اور اس سلسلہ میں مصدقہ واقعات اور مشاہدات اور خود معالجین کے تاثرات کی تحصیل کے سلسلہ میں بھرپور دلچسپی لی اور ایک سوالنامہ بھی مرتب کیا حضرت کے تمام معالجین جن سے بحالات موجودہ ملاقات و استفادہ ممکن تھا۔ سے فرداً فرداً ملے اور سوالنامہ بھی پیش کیا بعض حضرات نے اسی وقت اور بعض نے بعد میں ان سوالوں کے جوابات مرحمت فرمائے۔ ذیل میں ان تمام معالجین کے تاثرات شاہدات اور چشم دید واقعات مع اصل سوالنامہ کے نذر قارئین ہیں جو اب تک ادارے کو موصول ہو چکے ہیں

۱۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے بارے میں بحیثیت معالج آپ کی کیا رائے ہے؟

۲۔ آپ کو کتنی مرتبہ ان کے علاج کے مواقع ملے، ہر بار کیسے پایا؟

۳۔ مولانا عبدالحقؒ بحیثیت مریض کے آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

۴۔ معالج سے تعلق معاملہ اور اخلاق کیا تھے؟

۵۔ علمی اور دینی اعتبار سے ان کی شخصیت کے کس پہلو سے آپ زیادہ متاثر ہیں؟

۶۔ کیا آپ کو ان سے کوئی علمی استفادہ علمی بحث یا ورد و وظیفہ کے حصول کا موقعہ ملا۔

۷۔ جب مولانا عبدالحق ہسپتال میں داخل ہوتے تو بیمار پرسی کرنیوالوں کا بھی ہجوم ہوتا۔ ایسے مواقع پر ہسپتال کے عملہ اور خدام کے مولانا عبدالحق کے بارے میں تاثرات کیا ہوا کرتے تھے؟

۸۔ مولانا عبدالحق کے بارے میں کوئی اہم بات یا واقعہ یا معاملہ یا مشاہدہ جو آپ کو یاد ہو؟

محترم جناب ڈاکٹر پروفیسر ناصر الدین اعظم فزیشن سرحد

۱۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نہایت ہی صابر اور متوکل اور شکایت نہ کرنے والے انسان تھے۔

۲۔ مجھے بے شمار مرتبہ ان کی خدمت اور معالجے کا اعزاز حاصل ہوا اور ہر موقع پر پہلے سے زیادہ صابر و شاکر پایا۔

۳۔ باوجود کافی جسمانی تکالیف کے انہوں نے کبھی بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

۴۔ میرے ساتھ ان کے تعلقات ایک دلی دوست، ایک ہمدرد ساتھی اور ایک مشفق بزرگ کے تھے۔

۵۔ وہ معاملہ فہم، زیرک اور لامحدود علم کے مالک تھے۔

۶۔ جی ہاں! جب کبھی بھی ٹیڑھے سیدھے سوالات کئے تو انہوں نے مجھے جنت اور ہدایت کا راستہ دکھایا۔

۷۔ تمام سینئر ڈاکٹر جونئر ڈاکٹر، نرسیں اور دیگر عملہ کے افراد

یکساں طور پر متاثر تھے۔

۸۔ میں نئی نئی تعلیم حاصل کر کے جب وطن پہنچا تو اس ماحول میں بڑی قدرے ناخوش تھا لیکن حضرت مولانا نے میرے دل کے حالات کو مدنظر رکھ کر مجھے ایسی ہمدردی اور نصیحت دی کہ میں ناخوشگواری کو بھی اچھی طرح گذار سکوں۔

جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد نواز صاحب۔ آئی سپیشلسٹ صوبہ سرحد

۱۔ مولانا صاحب ایک شریف النفس، منکسر المزاج اور متقی و جید عالم دین تھے۔

۲۔ میں کوئی پچیس سال سے تادمِ آخر مولانا صاحب کی آنکھوں کا علاج کرتا رہا، ہر دوسرے یا تیسرے مہینے وہ معائنہ کے لیے تشریف لاتے، ہر بار انہیں راضی بہ رضا، متحمل مزاج، شاکر و صابر پایا۔

۳۔ مولانا صاحب علاج کے سلسلے میں ہر ہدایت کی پابندی سے پیروی کرتے تھے، بہت ممنون، مشکور و دعاگو انسان تھے اکثر کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتے۔ عطر گلاب ان کا پسندیدہ تحفہ تھا ایک مرتبہ مشرقی پاکستان سے میرے لیے ایک تہبند لائے۔

۴۔ بہت قدردان اور بہترین حسن اخلاق کے مالک تھے نہایت شفقت محبت و خلوص سے ملتے تھے۔

۵۔ دارالعلوم حقانیہ ان کی دینی و علمی کاوشوں کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے دین کے اس جذبہ خدمت سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

۶۔ براہ راست تو زیادہ موقعہ نہیں ملا لیکن بالواسطہ ان کے رسالہ الحق جو انہوں نے اعزازی طور پر میرے نام جاری کر دیا تھا اور ان کے خطبات کے مجموعے " دعوات حق " جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور انہوں نے تحفتاً مجھے عنایت کیا تھا سے میرے دینی علم میں کافی اضافہ ہوا اور ہو رہا ہے۔

۷۔ ہسپتال کا سارا عملہ انہیں عقیدت و احترام کی نظروں سے دیکھتا تھا انہیں ایک بزرگ نیک عالم دین خیال کرتے اور سب ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

۸۔ میری والدہ صاحبہ کے انتقال پر، حالانکہ مولانا صاحب کو مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے از خود دارالعلوم حقانیہ میں والدہ صاحبہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم قرآن شریف کروایا۔ جس کا مجھے بعد میں علم ہوا اس واقعہ نے مجھے انکی محبت و خلوص سے بے حد متاثر کیا۔

صوبہ سرحد کے ممتاز آئی سپیشلسٹ

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد خان

حضرت شیخ الحدیث مرحوم کو کافی عرصے سے آنکھ میں کالے پانی کے عارضے کی شکایت تھی جس کی وجہ سے مرحوم کی ایک آنکھ کی نظر بالکل ضائع ہو چکی تھی اور دوسری آنکھ میں بھی یہ مرض کافی نقصان کر چکا تھا۔

صابر و شاکر

مرحوم کی زندگی کے آخری چار پانچ سال میں مجھے ان کے علاج کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ بحیثیت معالج میں نے حضرت مولانا مرحوم کو نہایت صابر و شاکر انسان پایا۔ اگرچہ ان کی آنکھ کی تکلیف بہت شدید تھی لیکن میں نے مولانا مرحوم کی زبان مبارک سے کبھی شکایت کا ایک لفظ تک نہیں سنا۔

معالج کیلئے تعلیم کا اہتمام

مولانا مرحوم کی عادت تھی کہ جب بھی میں آنکھ کے معائنہ اور دوائی تجویز کرنے سے فارغ ہوتا تو مولانا مرحوم مخلوق خدا کی خدمت کے متعلق ایک دو حدیث ارشاد فرماتے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے بعد رخصت ہو جاتے۔ مجھے مولانا مرحوم کے ساتھ دو تین مرتبہ ان کے مدرسے میں اور ان کے گھر میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

ایک ناقابل فراموش واقعہ

ان کے مدرسے میں ملاقات کا ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے یہ غالباً ۸۴ء تھا صوبہ سرحد کے مرد آہن جناب فضل حق صاحب مرحوم صوبہ سرحد کے گورنر تھے وہ اکوڑہ خٹک میں افغان مہاجرین کے لیے ٹیوب ویل کا افتتاح کرنے گئے تھے۔ تقریب کے دوران زبردست بارش شروع ہوئی چنانچہ جرنیل صاحب اور ان کے ساتھیوں کو جائے وقوع سے بھاگ کر مدرسہ حقانیہ میں پناہ لینی پڑی، مدرسے میں اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم حسب معمول درس حدیث دے رہے تھے مولانا مرحوم نے جرنیل صاحب کی اسی طرح خاطر مدارت کی جس طرح وہ ہر مہمان کا کرتے تھے۔ جرنیل صاحب مولانا مرحوم کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ جاتے جاتے جنرل فضل حق نے مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں، مولانا مرحوم کو اللہ پاک نے سب کچھ دیا تھا چنانچہ انہوں نے جرنیل صاحب کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آنکھوں کے عارضے کے علاوہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

جرنیل صاحب نے ان کی آنکھ کے عارضے کی بات نوٹ کر لی اور پشاور واپس پہنچے تو سب سے پہلے مجھے حکم دیا کہ کل اکوڑہ خٹک جا کر مولانا صاحب کی آنکھوں کا معائنہ کر لوں۔

چنانچہ اگلے دن میں صبح قریبًا دس بجے مدرسہ حقانیہ پنہچا۔ گاڑی پارک کی تو کسی سے پوچھا کہ مولانا صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب درس حدیث میں مصروف ہیں اور گیارہ بجے تک فارغ ہو جائیں گے چنانچہ وہ آدمی مجھے کمرہ ملاقات میں لے گئے ابھی ہم بیٹھے تک نہیں تھے کہ مولانا مرحوم کمرہ ملاقات میں تشریف لے آئے اور مجھ سے بڑی گرم جوشی سے ملے مجھے بٹھایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے سیب کاٹ کاٹ کر مجھے کھلانے لگے۔

مرحوم کو میرے آنے کا کیسے پتہ چلا اور وہ کمرہ ملاقات میں کیسے پہنچے اس بات کا مجھے ابھی تک علم نہیں۔ اس سرکاری ملاقات کے بعد مجھے مولانا مرحوم سے ایک دو بار ان کے ذاتی گھر میں ملاقات نصیب ہوئی ایک ملاقات میں میرے والد صاحب بھی میرے ساتھ تھے والد محترم کا اس ملاقات کے بعد مولانا صاحب جب بھی ملتے ذکر فرماتے اور خطوط میں بھی ہمیشہ ان کا ذکر خیر کرتے حتیٰ کہ ایک دو ملاقاتوں میں ان کے لیے عطر کی شیشی کا تحفہ بھی عطا کیا۔ جس کا والد صاحب ابھی تک ذکر کرتے رہتے ہیں۔

سچے مومن کی سچی تصویر

میرے ذہن میں بحیثیت پڑھے لکھے مسلمان کا مومن کا جو تصور ہے، مولانا مرحوم اس تصور کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

اکرام ضیف میں قیام کا اہتمام

میں نے ان کی زبان مبارک سے قرآن اور حدیث کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سنی۔ میرے سامنے جتنے بھی مہمان مولانا مرحوم کے پاس آتے مولانا صاحب ہر ایک کے لیے اٹھتے ان سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ان کو بٹھلاتے اور ان کی اپنے مبارک ہاتھوں سے خاطر تواضع کرتے، جاتے وقت وہ پھر ان کے لیے اُٹھتے اور بڑی گرم جوشی سے رخصت کرتے زندگی کے آخری سال میں وہ چونکہ خود نہیں اُٹھ سکتے تھے لیکن اپنے بیٹوں یا شاگردوں کا سہارا لے کر پھر بھی مہمانوں کو آتے ہوئے بھی دیکھ کر خوش آمدید کہتے اور جاتے وقت بھی اٹھ کر ان کو دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے۔

علم حدیث کا خزانہ

مولانا مرحوم جسمانی لحاظ سے نہایت قدآور شخص تھے ملاقات کے وقت ان کے پرنور چہرے پہ ہلکا سا تبسم آجاتا تھا زندگی کے آخری سالوں میں بھی مولانا مرحوم کی یادداشت قابل رشک تھی زندگی کے ایک ایک معمول پہ وہ کسی کسی احادیث کا حوالہ دیتے وہ علم حدیث کا بیش بہا خزانہ تھے اور یہی وجہ تھی کہ زندگی کے آخری ایام تک علم کے پڑانے ان کے گرد گھومتے رہتے تھے۔

مولانا عبدالحقؒ کی دینی خدمات کی وجہ سے روس جیسی سپر پاور کو شکست ہوئی

مجھے مولانا مرحوم سے ان کی زندگی کے آخری ایام میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

وہ حیات شہید ہسپتال کے ۱۰۷ میں صاحب فراش تھے ڈاکٹروں نے حتی الوسع کوشش کی کہ ملاقاتیوں کا سلسلہ بند کیا جائے لیکن ملاقاتیوں کے جم غفیر کے سامنے وہ کامیاب نہیں ہوئے اور مولانا مرحوم اس سخت بیماری کی حالت میں بھی ملاقاتیوں کے ساتھ اسی طرح خندہ پیشانی سے ملتے جو ان کی زندگی میں ہمیشہ کا معمول رہا۔

پاکستان میں بالعموم اور صوبہ سرحد میں بالخصوص مولانا مرحوم نے دین کی جو خدمت کی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک مثال رہے گی، بلکہ پاکستان کے علاوہ پڑوسی مسلمان ملک میں بھی ان ہی کی دینی خدمات کی وجہ سے روس جیسے سپر پاور کو شکست فاش ہوئی۔ اس تاریخی جنگ کے اکثر غازی اور شہید مولانا مرحوم کے شاگرد تھے۔

جناب ڈاکٹر حافظ پروفیسر ضیاء الاسلام صاحب پشاور

آئی سپیشلسٹ ۔ سرحد

۱۔ وہ ایک بڑے اچھے اور صابر مریض تھے کبھی میں نے ان کے چہرہ پہ اپنے مرض کے بارے میں کوئی رنجش نہیں پائی۔

۲۔ میں ۱۹۷۸ء سے جب میں انگلینڈ سے واپس آیا تو ان کی آنکھوں کا معائنہ وقتاً فوقتاً کرتا رہا اور ہر دفعہ ان کو میں نے پہلے سے زیادہ اچھا اور صابر پایا۔

۳۔ وہ ایک بڑے صابر اور شکر گزار قسم کے انسان تھے ہر وقت خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے رہتے تھے۔

۴۔ جناب حضرتؒ کے ساتھ تعلقات بہت دیرینہ تھے ان کی شخصیت پاکیزگی اور علمی حیثیت سے میں پہلے سے بہت متاثر تھا وہ مجھ سے بے حد شفقت کرتے تھے۔

۵۔ علمی حیثیت اس کی لامحدود تھی اور وہ بڑے ذہین اور معاملہ فہم انسان تھے۔

۶۔ ان کے ساتھ کئی مرتبہ آنکھوں کے متعلق معاملات پر علمی بحث ہوئی مثال کے طور پر پیوندکاری کا مسئلہ تھا جس کا انہوں نے بڑے اچھے انداز میں مجھے مطمئن کر دیا۔

۷۔ جب بھی وہ معائنہ کے لیے ہسپتال تشریف لاتے تو ہسپتال کے عملہ اور خدام کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان کے ساتھ ملاقات کا شرف

حاصل ہو جائے اور کسی نہ کسی طریقے سے ان کی خدمت کا موقعہ ملے۔

۵۔ حضرتؒ کے ساتھ جب بھی ملاقات ہوئی یا معالجی تو انہوں نے ہمیشہ ہمیں ایک اچھے ڈاکٹر بننے کی تلقین کی اور یہ ہدایات دیتے رہے کہ اگر اپنے پیشے کو آپ نے صحیح طور پر انجام دے دیا تو یہ ایک بڑی اچھی عبادت ہے۔

یونیورسٹی ٹاؤن پشاور میں جو مسجد بندہ کے زیر سایہ بنی تھی اس کا سنگ بنیاد اور اس کا افتتاح حضرت نے اپنے دست مبارک سے کیا تھا جس سے آج کل اردگرد کے لوگ بڑی تعداد میں مستفید ہو رہے ہیں۔
اس طرح جب بھی میں ملاقات کے لیے اکوڑہ خٹک گیا تو حضرت اپنے گھر میں اوپر کے اپنے کمرے میں بلا لیتے اور بڑے پیار اور شفقت سے نوازتے تھے۔

محترم جناب ڈاکٹر محمد اقبال صافی ماہر امراض سینہ

۱۔ معالجین عموماً اس مریض کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس میں صبر تحمل اور حوصلہ ہو اور یہ اوصاف مولانا عبدالحق صاحب مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

۲۔ مجھے متعدد بار حضرت مولانا صاحب سے معالج کی حیثیت سے ملاقات کے مواقع ملے ہر بار ان کو متحمل اور بردبار پایا کبھی بھی ان کو شکایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہر بار انتہائی خوش اخلاقی سے ملتے۔ دارالعلوم ہو یا ان کا دولت خانہ ہمیشہ اکرام کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔

۳۔ بحیثیت شیخ الحدیث مرحوم بے حد صابر اور بردبار تھے ان کی متعدد تکالیف تھیں لیکن انہوں نے کبھی بیماری کی شکایت نہیں کی وہ فرماتے کہ عمر کا تقاضا ہے کمزوری ہے۔

ان کو ایک بات کا قلق ہوتا تھا کہ نظر اور بینائی کی کمزوری کی وجہ سے وہ قرآن کریم اور دینی کتب کا مطالعہ نہیں کر سکتے تھے۔

۴۔ دینی لحاظ سے اونچے مرتبے اور دنیاوی لحاظ سے ایم این اے ہونے کے باوجود معالجین کے ساتھ ان کا تعلق انتہائی کریمانہ تھا حد درجہ انکساری کا اظہار فرماتے، قریب بٹھاتے موسمی پھلوں اور خشک پھلوں سے خاطر مدارات فرماتے تھے۔

۵۔ علمی اور دینی اعتبار سے ان کی شخصیت کے جس پہلو سے میں زیادہ متاثر ہوا ہوں وہ ان کا عمل تھا ان کا کردار ایک مومن کا کردار تھا۔ وہ ایک باعمل عالم تھے۔

۶۔ ۱۹۸۴ء میں مجھے حج بیت اللہ پر جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میری روانگی جمعرات کو تھی۔ بدھ کے دن میرے اکوڑہ خٹک کے دورے کے دوران ان سے شرف ملاقات نصیب ہوئی میں نے عرض کی، حج بیت اللہ پر جانے کا ارادہ ہے کچھ نصیحت اور دعا فرمائیں۔ انہوں نے والدین سے بہتر سلوک کرنے اور حقوق العباد کے بارے میں تاکیدی گفتگو فرمائی انہوں نے فرمایا کہ حج مبرور سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ماسوائے حقوق العباد کے جو کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتے۔ میں نے مزید ہدایت اور علم کے حصول کے لیے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ طواف کے دوران مانگی جانے والی دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے معاف کر دے اور دوسروں کے حقوق کے ضامن آپ بن جائیں اور مجھے معافی دلوا دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب دو آدمیوں کے درمیان ہونے والا معاملہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو جس پر زیادتی ہوئی ہے اس کو اللہ تعالیٰ قیمتی پتھروں سے بنوایا جانے والا مکان دکھا دیں گے وہ شوق تجسس سے اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا کہ یہ مکان کس کے لیے بنوایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ تمہارا بھی ہو سکتا ہے اگر تم اس آدمی کو اپنا حق معاف کر دو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مخلوق کے حقوق معاف کروانے کے ضامن بن جائیں گے۔

۷۔ ہسپتال میں داخلے کے دوران شیخ الحدیث مرحوم سے زیادہ ملنے کا اتفاق نہیں ہوا ایک مرتبہ ہسپتال میں کسی کام سے گیا تھا۔ برآمدے میں حضرت کے صاحبزادے مولانا انوار الحق سے ملاقات ہوئی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے اور مولانا انوار الحق صاحب بیمار پرسی کے لیے آنے والے حضرات سے ملنے کے لیے باہر کھڑے تھے تاکہ مریض کے پاس بیٹھنے سے زیادہ بھیڑ نہ ہو اور ہسپتال کے قوانین کی خلاف ورزی نہ ہو۔

۸۔ مولانا صاحب ایک باعمل عالم تھے جیسے کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں ان سے ملاقات کے وقت ہر دفعہ کوئی نہ کوئی مفید بات مشاہدے میں آتی تھی ایک بار ملاقات کے دوران میں نے شیخ الحدیث مرحوم سے پوچھا کہ حضرت بعض اوقات تھوڑے بہت پیسوں کی بچت ہو جاتی ہے۔ اس سے اگر انعامی بونڈ خرید لیے جائیں تو شرعی لحاظ سے اس کی حیثیت کیا ہوگی انہوں نے مسکرا کر فرمایا ڈاکٹر صاحب جتنی آمدنی ہے یہ کافی ہے بڑھا کر کیا کرنا ہے۔

پروفیسر بریگیڈیئر ڈاکٹر ایس اے آر احمد رضا پیرزادہ

آئی سپیشلسٹ ۔ لاہور کراچی

محترمی و مکرمی جناب مولانا صاحب

سلام مسنون!

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے آپ کا عنایت نامہ موصول ہو کر نظر افروز ہوا یہ معلوم ہو کر از حد خوشی ہوئی کہ مولانا صاحب مرحوم

کی زندگی عالیہ پر ماہنامہ الحق کا خصوصی نمبر لکھا جا رہا ہے میں آپ کا ممنون اور اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کر رہا ہوں کہ مجھے بھی مولانا صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق کچھ لکھنے کا اہل سمجھا گیا۔

آپ سے واقعی ایک عرصے سے نیاز حاصل نہیں ہوا اس کا سبب نقل صوبہ ہے آپ نظر سے دور ہیں مگر دل سے نہیں، امید ہے آپ سے کبھی ضرور ملاقات ہوگی انشاء اللہ! —— آپ کی ذرہ نوازی اور یاد آوری کا بہت بہت شکر گذار ہوں۔

میں ۱۹۶۰ء میں پشاور سی ایم ایچ میں شعبۂ چشم میں کام کر رہا تھا حضرت مولانا عبدالحق صاحب قبلہ مرحوم و مغفور پہلی مرتبہ میرے پاس اپنے بیٹوں اور مریدین کے ہمراہ تشریف لائے اور مجھ سے اپنی بینائی اور دیگر تکالیف کے متعلق بیان فرمایا۔ حضرت باریش تھے نورانی چہرہ جس پر نرمی و ملاحت کا تاثر تھا۔ انداز گفتگو عاجزانہ اور ملاقات فقیرانہ تھی جس سے میں متاثر ہوا اور میں نے ان کو اپنے خصوصی اور محترم و متبرک مریض کی حیثیت سے ان کا علاج شروع کیا جو علاج وقتاً فوقتاً ۱۹۸۶ء تک جاری رہا۔ میرے نزدیک وہ ایک پیکر اخلاق و انسانیت کے علاوہ دین کے بہت بڑے مفکر اور حدیث شریف کے مستند اور عظیم المرتبت محقق اور استاد تھے، میں ان کا دل و جان سے معتقد تھا اور دوران علاج جو وقت ان کے ساتھ گزارتا تھا اسے میں ایک عبادت سمجھتا تھا۔

سوالات کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا صاحب مرحوم و مغفور نہایت محترم مریض کے علاوہ تمام ہدایات پر ہر ممکن عمل کرتے تھے کبھی کوتاہی کا شکوہ نہیں ہوا۔

۲-۳۔ میں نے تقریباً بیس سال ان کا علاج کیا جس شہر میں میرا تبادلہ ہوا وہ وہیں تشریف لاتے اور جب بھی ان کو مشورے کے لیے بلایا وقت پر تشریف لاتے اور اپنا ملاحظہ فرماتے، ان کا رویہ ، شفقت، محبت خلوص اور مفید پند و نصاح پر مبنی ہوتا۔ علاج کے سلسلے میں میں نے جو بھی ردّ و بدل کی یا ہدایت کی اسے ہمیشہ خندہ پیشانی اور نہایت انکسار کے ساتھ قبول فرماتے۔

۴۔ مولانا صاحب قبلہ میری بڑی عزت کرتے اور مجھ سے شفقت اور اپنے خاص دلی تعلق کا اظہار فرماتے۔

۵۔ میرے نزدیک وہ اپنی ذات میں علم و فضل کا خزانہ اور ایک منفرد عظیم اور باعمل بزرگ تھے، ان کو عالم دین کی حیثیت سے نہ صرف پاک و ہند بلکہ دیگر ممالک میں بھی مانا اور جانا جاتا ہے۔

۶۔ میں نے جب بھی ان سے دینی مشورہ کیا اس کو اپنے لیے بہت مفید پایا۔ میں نے ان کے مشوروں کو ہمیشہ بلند درجہ دیا اور اس پر عمل پیرا بھی رہا۔ انھوں نے مجھے کچھ آسان وظائف بھی بتلائے۔

۷۔ حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور کو سی ایم ایچ راولپنڈی کے آئی پی کمرے میں بغرض علاج و اپریشن داخل کیا گیا، ان کی ایک آنکھ کا میں نے کالے موتیا کا اپریشن کیا، آپ کی عیادت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم رہتا تھا، حالانکہ میں نے ملاقات اور بیک وقت زیادہ ملاقاتیوں پر پابندی لگا رکھی تھی مگر بے سود، ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، ہسپتال کا عملہ بوجہ انکی بزرگی کے نہایت عقیدتمندی سے ان کی دیکھ بھال کرتا تھا اور ہر شخص ان کے دیدار کے بہانے تلاش کرتا۔

۸۔ ایک اہم واقعہ ان کے ہسپتال کے دوران پیش آیا (قومی اتحاد بھٹو کے خلاف تحریک کا دورہ تھا) گلگت سے چین چلنے والی شاہراہ پر پاکستان کے انجینئروں اور عملے کے ساتھ چینیوں کی بہت بڑی تعداد ساتھ کام کرتی تھی مگر ایسے واقعات ہوئے کہ تعمیر شدہ اور زیر تعمیر شاہراہ پر اطراف کے بہت سے قبیلوں نے ایک قسم کی بغاوت کر دی اور چینی عملے کو گھیرے میں لے لیا یہ معاملہ پیچیدہ اور خطرناک صورت اختیار کر گیا۔ اس تمام علاقے کے لوگوں میں حضرت مولانا صاحب قبلہ کے مریدین اور دیوانوں کی بہتات تھی لہٰذا حکومت اور فوج نے ہتھیار اٹھانے کی بجائے مولانا صاحب قبلہ سے مدد لینا زیادہ مناسب سمجھا کہ آپ انہیں ہدایت کر دیں تو تمام قبیلے اپنا محاصرہ اٹھا دیں گے۔ اس سلسلے میں رازداری کے ساتھ جنرل نصیر اللہ بابر جو ان دنوں سرحد کے گورنر تھے۔ روزانہ مولانا صاحب قبلہ کے پاس آتے اس کے علاوہ جنرل ٹکا خان فوج کے C INE اور جملہ افسران حکومت و فوج بہت دفعہ مولانا صاحب قبلہ کے پاس آتے اور ان کو مجبور کیا کہ آپ اپنی خواہش اور حکم صادر فرما دیں تاکہ یہ سنگین صورت حال ختم ہو جائے، مجھ سے بھی کہلوایا گیا مگر میں نے اس معاملے میں مداخلت سے انکار کر دیا اور کہا کہ مولانا صاحب کو ذہنی الجھاؤ سے دور رکھنا ضروری ہے اور یہ میرا فرض ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ مولانا صاحب قبلہ کو کسی بھی قسم کی تشویش ہو، مگر حکومت کے بڑے ذمہ دار اراکین خصوصاً جنرل بابر گورنر سرحد میری غیر موجودگی میں بار بار آتے رہے، قصہ مختصر یہ بغاوت اور محاصرہ ختم ہوا اور چین جیسے دوست ملک کے ساتھ تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ختم ہو گیا اور دوستی استوار رہی۔

۹۔ ایک اہم واقعہ مولانا صاحب قبلہ کا سفر ہندوستان (جشن صد سالہ دیوبند) آپ دیوبند اور گنگوہ شریف تشریف لے گئے، گنگوہ شریف میں میرے جدّ امجد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور میرے چچا جو کہ مولانا گنگوہی کے سگے پوتے ہیں ان کے پاس قیام کیا، مولانا صاحب ہندوستان سے واپس تشریف لائے تو راولپنڈی پہنچتے ہی سیدھے میرے کلینک آئے، آپ کے کپڑے عمامہ اور چہرہ مبارک گرد آلود تھا تھکن کے آثار نمایاں تھے مگر یہ میری دلداری اور عزت افزائی صرف اس لیے تھی کہ آپ میرے آبائی علاقے گنگوہ تشریف لے گئے تھے چونکہ آپ نے میرے بزرگوں کے مزارات پہ

فاتحہ خوانی کی اس کا اظہار اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلق وعقیدت کا عملی مظاہرہ کیا میرے لیے ہندوستان سے دو عطر کی شیشیاں بطور سوغات لے کر آئے جو بڑی محبت سے مجھے عطا فرمائیں.

مولانا صاحب قبلہ کو آنکھوں میں سفید اور کالے موتیا کی شکایت تھی اس کے علاوہ ان کو ذیابیطس تھی جس کے آنکھوں کے اندرونی حصوں پر بہت مضر اثرات تھے جو بڑھتے ہی گئے آپ کا بلڈ پریشر زیادہ رہتا تھا اور ان کے دل کی کارکردگی میں بھی بہت سی خرابیاں تھیں مگر آپ میرے منع کرنے کے باوجود ان تمام بیماریوں کے ساتھ دینی فرائض اور دارالعلوم حقانیہ کے اہم معاملات اپنی ہمت سے نمٹاتے رہتے، ان کے معمولات میں جسمانی نقاہت آڑے آتی نہ بینائی کی کمزوری۔ آپ عزم وہمت کے پیکر تھے۔

مولانا صاحب قبلہ مرحوم ومغفور کے دینی اور شیخ الحدیث ہونے کے متعلق جو بڑا مرتبہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے، کئی دہائیوں سے جو انھوں نے اپنی دینی تعلیمات سے طالب علموں کو نوازا ہے، ان میں اکثر جید عالم ہیں، نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ جب روس افغانستان پر حملہ آور ہوا تو آپ کے ہی فیض یافتہ علمائے دین نے اپنے اپنے علاقوں میں جہاد کی شرکت کے لیے ہتھیار اٹھائے اور اکوڑہ خٹک جوق در جوق آتے رہے اور مولانا سے ہدایات اور وظائف سے مدد لیتے رہے اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم طلبا۔ بھی تکمیل تعلیم کے بعد باقاعدہ گروہ در گروہ افغانستان جاتے رہے اور مولانا صاحب قبلہ اپنی دعاؤں اور وظیفوں کے ساتھ جہاد وشہادت کے لیے روانہ کرتے رہے مجھے قبلہ مولانا صاحب نے خود بتایا کہ اکثر اوقات مجاہدین کے پاس صرف پتھر اور کنکریاں ان کے ہتھیار تھے مگر یہ اہل ایمان اللہ تعالےٰ کے اطاعت گزار اپنی ایمانی قوت کے بل بوتے پر کنکریاں مار کر روسی ٹینک تباہ کرتے رہے کیا آجکل کی سائنسی دنیا میں یہ بات قابل قبول ہے؟ جی نہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ اکثر جگہ ان اللہ کے جیالوں نے کنکروں ہی سے روس کے ٹینک اور توپیں تباہ کی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر ڈی ایچ کرمانی، ماہر امراض چشم۔ کراچی

جناب مولانا سمیع الحق صاحب ! قبلہ السلام علیکم

آپ کے محبت نامہ کا شکریہ! میرے لیے یہ عین سعادت کا باعث ہے کہ آپ نے مولانا عبدالحق صاحب قبلہ شیخ الحدیثؒ کے بارے میں مجھ ناچیز کو اس کا موقعہ دیا کہ میں ان قیمتی لمحوں کو یاد کرسکوں۔

سوالوں کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے بارے میں بحیثیت معالج کے میری رائے یہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب قبلہ بے حد متین اور ہر مشورہ پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔ یعنی جو بات ایک مرتبہ سمجھا دی جاتی اس پر برابر قائم رہتے تھے اس خصوصیت سے ان کے علاج میں مجھ کو بہت آسانیاں ہوگئی تھیں۔

۲۔ وہ میرے زیر علاج دو بار ہوئے اور یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت کا موقع ملا کہ انھوں نے مجھ کو خدمت کا موقع فراہم کیا میں نے ان کو ہر بار بہت ہی شفیق دوست اور بزرگ کی حیثیت سے پایا۔

۳۔ مولانا صاحب مریض کی حیثیت سے بہت ہی ideal مریض تھے جن کے علاج کرنے میں مجھ کو بہت ہی آسانیاں ہوگئی تھیں اور ہر مرتبہ ان کی محبت اور خوش سلوکی سے ان کی خدمت کرنے میں بے حد مسرت ہوتی تھی۔

۴۔ معاملات میں وہ بہت سلجھے ہوتے تھے اور مریض کی حیثیت سے جب بھی جو آرا انہیں دی گئیں ان پر وہ پوری طرح عمل فرماتے تھے۔

۵۔ ان سے گفتگو کرنے کے فوراً بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ کتنی بڑی عالم شخصیت سے بات کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ پاک طہارت اور روزمرہ کے انسانی فرائض اور اسلام کے پائندہ اصولوں پر عمل کرتے تھے نماز اور طہارت پر خاص طور پر پابندی کرتے تھے۔

۶۔ ان کی قربت سے میرے اندر وہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس موقعہ پر ان سے استفادہ حاصل کروں انھوں نے فوراً میری خواہش پر اپنا رسالہ "الحق" اعزازی طور پر جاری کرا دیا جو اب بھی قائم ہے اور اس سے میں اور میرے خاندان والے برابر سب لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

۷۔ مولانا کی حیثیت اتنی بزرگی اور ان کی محبت سے سرشار لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور مجھ کو اس سلسلہ میں اکثر یہ دشواری ہوتی تھی کہ میں ان کو کس طرح سے آرام کے وقت آرام پہنچاؤں ان کی شخصیت اور مشورہ پر پابندی ہوتی تھی انہوں نے بہت تعاون کیا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ طبی مشورہ پر وہ کتنے پابند تھے۔

۸۔ میں اس سلسلہ میں جناب ڈاکٹر صمد صاحب اور ان کی اہلیہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھ ناچیز کو اس قابل سمجھا کہ میں اتنی بڑی شخصیت کی خدمت اور علاج کروں میری خدمات ان لوگوں نے مولانا صاحب کے لیے فراہم کیں۔ میں اس میں اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان مند ہوں کہ اللہ نے مجھ کو اس علاج کے سلسلہ میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالحق صاحبؒ کے کتنے قریب کر دیا تھا.

وہ موصوف ذیابیطس کے مریض تھے اور ان کی بینائی اس سے بے حد متاثر تھی اور اس سلسلہ میں ان کو LOSER سے علاج کرکے بینائی بحال کی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ انہیں وہ غریق رحمت کرے اور اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

(باقی ص ۱۱۷ پر)